پاکستانی معیشت کے ۷۵ سال

ڈاکٹر وقار مسعود خان°

پاکستانی معاشیات کی تاریخ غیر متوازن اور ناہموار رہی ہے۔ اس دوران معاشی ترقی کے مختلف اوقات میں مختلف ماڈلوں کی پیروی کی ہے۔ ان پالیسیوں اور نتائج سے کئی اَدوار ممتاز بھی ہیں۔ ان اَدوار کی کلیدی خصوصیات کی ہم نشان دہی کرتے ہوئے ان کی نمایاں کامیابیوں اور ناکامیوں کا تذکرہ کریں گے۔ اتنے پھیلے موضوع کے ایک مختصر جائزے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس عرصے کے دوران معاشی پالیسی کی نوعیت کیا تھی اور ملک کو کس طرح کی ناکامیوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا؟

منصوبہ بند معیشت (۱۹۴۷ء-۱۹۷۰ء)

اس زمانے میں ایک منصوبہ بند معیشت کے تحت سرمایہ داروں کے منتخب گروہ کی معاشی ترقی کے عمل کی سرپرستی کی گئی۔ اس طرح اُس زمانے کے سوشلسٹ ماڈل کے چیلنج کو ناکام بنانے کے لیے ایک فعال معاشی نظم ونسق کو بروئے کار لانے میں بظاہر کامیابی حاصل ہوئی۔ تاہم، ۱۹۶۹ء کی فوجی مداخلت نے اس ماڈل کو پیچھے دھکیل دیا۔

یہ پاکستانی معیشت کا پہلا مرحلہ تھا۔ اس دوران میں کئی حکومتیں برسرِاقتدار آئیں۔ تاہم، اس پورے عرصے کی نمایاں ترین خصوصیت اس کی منصوبہ بند نوعیت تھی۔ اس کا سب سے مرکزی حوالہ ۱۹۵۸ء-۱۹۶۹ء کے دوران فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور میں سطحی ترقی کا عشرہ شامل ہے۔ سرد جنگ میں امریکا کے اتحادی کے طور پر، پاکستان کو کافی فوجی اور اقتصادی امداد ملی۔ 'ہارورڈ ایڈوائزری گروپ' نے جو پلاننگ کمیشن آف پاکستان قائم کیا تھا، وہ اس وقت تمام معاشی منصوبہ بندی اور ترقیاتی وسائل کی تقسیم کا مرکز ومحور تھا، جس نے پانچ سالہ منصوبہ بندی کا فریم ورک

° سابق وفاقی سیکرٹری خزانہ، حکومت پاکستان

تیار کیا۔ تمام اہم اقتصادی سرگرمیوں جیسے سرمایہ کاری، درآمدات اور صنعتی مقامات پر وسیع پیمانے پر معاشی کنٹرول اور لائسنسنگ کا نظام رائج کیا گیا۔ ٹرکل ڈاؤن نظریے کی بنیاد پر صنعت کاروں کے ایک منتخب گروپ کو غلبہ پانے کے لیے سرپرستی حاصل تھی۔

● **اہم کامیابیاں:** اس عرصے میں پاکستان تیزی سے ترقی کرنے والی معیشتوں میں سے ایک ماڈل بن کر اُبھرا تھا، جس کی شرح نمو ۶ فی صد سے زیادہ تھی۔ زیادہ پیداوار کی وجہ سے افراطِ زر کم رہا اور ایک صنعتی بنیاد قائم کی گئی۔ دوسرا، زراعت میں سبز انقلاب، کسانوں کے لیے پیداواری فوائد اور بہترین آمدنی کا باعث بنا۔ تیسرا، تیزی سے صنعت کاری کے نتیجے میں شہرکاری (urbanisation) میں مسلسل اضافہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں دیہی پھیلاؤ سے شہری مراکز کی طرف ہجرت میں اضافہ ہوا۔ چوتھا، ایک متعین سرمایہ دار طبقہ اُبھرا، جس نے ریاستی سرپرستی حاصل کی اور مزدور طبقے پر غلبہ حاصل کیا۔ غلبہ پانے والے طبقے کا انتخاب ریاستی سرپرستی کے ذریعے لائسنس تک رسائی اور ریاست کے زیرکنٹرول کریڈٹ اور مالیاتی سرپرستی کے ذریعے کیا گیا۔

● **بڑی ناکامیاں:** بھرپور ترقی کے تاثر کے باوجود، نچلی سطح تک فوائد کی تقسیم میں سنگین عدم توازن موجود تھا۔ بظاہر، ملک کے مغربی حصّے (مغربی پاکستان) میں نمایاں طور پر زیادہ ترقی ہوئی، جب کہ مشرقی حصّہ (مشرقی پاکستان) اپنے گوناگوں جغرافیائی، زمینی اور تاریخی حقائق کی وجہ سے اس قدر تیزی سے ترقی نہ کرسکا۔ اگرچہ تقسیم ہند کے زمانے کے تقابل سے پوزیشن کافی بہتر ہوئی، لیکن یہی قدرے سُست ترقی وہاں علیحدگی پسندوں کی نعرہ بازی کے لیے ایک مؤثر ہتھیار ثابت ہوئی۔ سرمایہ دار طبقہ غیرمعمولی طور پر امیر تھا اور کچھ حقیقی یا کچھ افسانوی ۲۲ خاندانوں کی نمایندگی کرتا تھا، جو صنعت اور تجارت کے بڑے حصّے پر کنٹرول رکھتے تھے۔ برآمدات کے فروغ کی قیمت پر درآمدی متبادل کو فروغ دیا گیا۔ امریکا کے ساتھ کھلے اتحاد کی وجہ سے غیروابستہ دُنیا میں پاکستان کو اپنے موقف پر سمجھوتا کرنا پڑا۔

۲- قومی سطح پر قومیانے کی پالیسی اور سوشلزم (۱۹۷۱ء-۱۹۷۷ء)

پچھلی حکومت کی معاشی ناکامیوں کے نتیجے میں، اور مشرقی پاکستان کے الگ ہوکر بنگلہ دیش بن جانے کے بعد ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء میں برسرِاقتدار آنے والی پاکستان پیپلزپارٹی کے دورِحکومت

میں، اب صرف مغربی پاکستان پر مشتمل پاکستان میں معاشی ترقی اور انتظام کے سوشلسٹ ماڈل کو اپنانے کا راستہ چُنا گیا۔ صنعت، تجارت، مالیات اور بنکاری نظام کو بڑے پیمانے پر قومی ملکیت میں لے لیا گیا۔ ملکی معیشت میں ایک بہت بڑا حصّہ سرکاری شعبے کی صورت میں اُبھرا۔ بدنامی کی علامت ۲۲ خاندان منظر سے غائب ہوگئے کیونکہ ان کے زیادہ تر اثاثوں کو قومیا لیا گیا تھا۔ پانچ سالہ منصوبے کا فریم ورک معطل کر دیا گیا۔ پبلک سیکٹر میں بڑے پیمانے پر غیر منصوبہ بند ترقی ہوئی، کیونکہ معیشت کے تمام اہم شعبوں پر نجی شعبے کے لیے متعدد بنیادی پابندیاں لگا دی گئی تھیں۔ معاشی اقدار کے بدل جانے سے معاشرے میں سرمایہ داروں اور سرمایہ کاروں کا احترام اور مقام کم ہوگیا، جب کہ پیشہ ور مزدور یونینوں کو کافی طاقت اور اختیارات مل گئے۔

● **اہم کامیابیاں:** اس دوران عوامی شعبے میں بنیادی صنعتوں کو فروغ دیا گیا، جو مضبوط صنعتی بنیادوں کے لیے ضروری تھا۔ دوسرا، مزدور تعلقات کو تحفظ دیا گیا، جب کہ سرمایہ دار طبقہ اس دور میں ایک 'سماج دشمن' اور ناپسندیدہ گروہ کی صورت میں نمایاں کیا گیا۔ تیسرا، خارجہ اُمور اور بیرونی اقتصادی تعلقات کو ایک نئی سمت دی گئی۔ چوتھا یہ کہ مشرق وسطیٰ کے ممالک کی فراخ دلانہ حمایت نے ملک پر سے امریکی پٹھو ریاست کے لیبل کو ہٹانے میں مدد کی۔ آخر کار تمام تر مشکلات کے باوجود پاکستان ایٹمی پروگرام کی تشکیل و ترقی کی طرف بڑھ گیا۔

● **بڑی ناکامیاں:** قومی سطح پر قومیانے (نیشنلائزیشن) کے نتیجے میں سرکاری شعبے کو انتظام کرنے کی خاطر خواہ تیاری اور صلاحیت کے بغیر بہت زیادہ پھیلا دیا گیا۔ نجی شعبہ پس ماندہ ہوگیا۔ انجامِ کار نجی شعبے میں صنعتی ترقی کی رفتار متاثر ہوئی۔ جلد ہی مہنگائی میں اضافہ ہوا، جس نے لوگوں میں عدم اطمینان پیدا کیا۔ افراطِ زر میں اضافے کی وجہ سے آمدنی کی بہتر تقسیم متاثر ہوئی۔ ترقی بھی رُک گئی کیونکہ بہت سے بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کے منصوبے جیسا کہ 'پاکستان سٹیل ملز' کی تنصیب کی مدت طویل تھی۔ کم ترقی اور زیادہ افراطِ زر کا امتزاج، عمومی عدم اطمینان کا باعث بنا اور پیپلز پارٹی کی حکومت کی مقبولیت متاثر ہوئی۔

۳- مخلوط معیشت اور پبلک سیکٹر (۱۹۷۷ء-۱۹۸۸ء)

نیشنلائزیشن اور سوشلزم کی مخالفت معاشرے میں شدید تر تھی۔ ابتدائی طور پر جنرل محمد

ضیاء الحق کی مارشل لاحکومت نے نیشنلائزیشن کو کالعدم کرنے کا عزم کیا، لیکن اس راستے پر قدم رکھتے ہی انھیں احساس ہوا کہ یہ تو سیاسی سرپرستی کے لیے ایک بہت بڑی چابی ہے اور اس سے اقتدار پر اس کی گرفت مضبوط کرنے میں مدد ملے گی۔ حکومت نے پانچ سالہ ترقیاتی فریم ورک کو بحال کر دیا، اور آہستہ آہستہ نجی شعبے کے لیے معیشت کو کھولنا شروع کیا۔ دوسری جانب افغانستان پر اشتراکی روسی حملے (۱۹۷۹ء) نے امریکا کی طرف سے بھی اہم حمایت حاصل کرنے میں مدد کی۔

● **اہم کامیابیاں:** سات سال کے وقفے کے بعد، معاشی نمو کو بحال کیا گیا اور سپلائی میں بہتری کے ذریعے اور ہفتہ وار بازاروں کے نیٹ ورک کو فروغ دے کر مہنگائی کو کم کرنے کی کوشش کی گئی، جو آج تک جاری ہے۔ نجی شعبے کو بتدریج دوبارہ معاشی ترقی میں شامل کیا گیا۔ صنعتی شعبے میں بھی بنیادی طور پر نجی شعبے کی شراکت کو بحال کیا گیا۔ پرائس کنٹرول کے بتدریج ڈی ریگولیشن کا عمل شروع کیا گیا، جس سے زرعی شعبے کے لیے قیمتوں کا تعین بہتر ہوا، اور اس طرح کسانوں کو زیادہ آمدنی حاصل ہوئی۔ غیر ملکی کرنسی کے نظام میں اہم اصلاحات متعارف کرائی گئیں۔

● **بڑی ناکامیاں:** صنعتوں اور مالیاتی اور بنکنگ اثاثوں کی واپسی اور غیرقومیانے کے ابتدائی وعدے کو پورا نہیں کیا گیا، بلکہ عوامی اداروں کا ایک زیادہ منظم اور مضبوط نظام قائم کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں سرکاری شعبہ کے اداروں میں کارکردگی متاثر ہوئی اور بدعنوانی کو خاصا فروغ ملا۔ بہت بڑے سرکاری صنعتی شعبے کو معاشی ترقی کے انجن کے بجائے سیاسی طاقت اور سرپرستی کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا، جو بگاڑ کا ذریعہ بن گیا۔ اس کی تقسیم یا نجکاری کی فوری ضمانت دی گئی، لیکن اس سمت میں کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔

۴- جمہوریت، منڈی کی معیشت اور سیاسی عدم استحکام (۱۹۸۸ء-۱۹۹۹ء)

جنرل ضیاء الحق کا دورِحکومت سمنگٹن / پریسلر ترامیم کے آغاز کے ساتھ اختتام کو پہنچا، جس سے پاکستان کو امریکی مالی امداد کا خاتمہ ہوا۔ ۱۹۹۱ء میں اشتراکی روس (سوویت یونین) کے زوال نے عالم گیریت کے ایک نئے دور کا آغاز کیا، اور فورم آف ایڈ ٹو پاکستان کنسورشیم کے ذریعے فنانسنگ کے روایتی ماڈل کو نئے متحرک نجی سرمائے کے حق میں ختم کر دیا گیا۔ اس مقصد کے لیے بجلی اور ٹیلی کمیونی کیشن جیسے شعبوں کو بین الاقوامی یا قومی نجی شعبے کی سرمایہ کاری کے لیے

کھول دیا گیا۔ اس عشرے کو سیاسی عدم استحکام سے تعبیر کیا جاتا ہے، کیونکہ یکے بعد دیگرے حکومتیں تبدیل ہوئیں اور چار حکومتوں کی اوسط مدت تقریباً ڈھائی سال رہی۔ اس دور کی سب سے نمایاں خصوصیت ملک میں آئی ایم ایف کے ایڈجسٹمنٹ پروگراموں کا آغاز تھا، جو بعد میں معاشی انتظام کی باقاعدہ ضرورت اور خصوصیت بن گیا۔

● **اہم کامیابیاں:** نجی شعبے کے لیے جگہ بنائی گئی، اور اس کے کردار کو وسعت دی گئی۔ نج کاری کا عمل شروع کیا گیا اور کئی صنعتوں اور سرکاری شعبے کے بنکوں کو الگ کر دیا گیا۔ نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنے کے لیے وسیع البنیاد اصلاحات نافذ کی گئیں۔ سپلائیز پر بڑی تعداد میں کنٹرول جیسے: سرمایہ کاری کا لائسنسنگ اور امپورٹ پرمٹ ہٹا دیئے گئے۔ ٹیرف کی اُونچی دیواریں گرا دی گئیں اور مقامی پیداوار اور درآمدات پر عام تجارتی ٹیکس بتدریج متعارف کرائے گئے۔ آئی ایم ایف کے پروگراموں کو مارکیٹ پر مبنی تبدیلی کی ضرورت تھی۔ غیرملکی کرنسی پر کنٹرول کو تقریباً ختم کر دیا گیا۔ کرنٹ اکاؤنٹ میں مکمل تبدیلی کی اجازت تھی۔ پاکستان سے باہر رقوم بھیجنے کی مکمل اجازت کے ساتھ غیرملکی کرنسی اکاؤنٹس (FCAs) کو برقرار رکھنے کے لیے بیرونِ ملک پاکستانیوں کو دی جانے والی غیرمعمولی سہولیات کی وجہ سے کیپٹل اکاؤنٹ کی تبدیلی بھی مؤثر طریقے سے ہوئی۔ سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے بورڈ آف انویسٹمنٹ قائم کیا گیا۔ ٹیکس نظام کو آمدنی اور سیلز ٹیکس کے ساتھ تبدیل کیا گیا۔ جو ایک اہم مارجن ایکسائز اور کسٹم ڈیوٹی سے آگے نکلتے ہوئے ریونیو اسپنرز بن گئے۔

● **بڑی ناکامیاں:** حکومتوں میں پے درپے تبدیلیوں کی وجہ سے متضاد پالیسیاں اور سیاسی عدم استحکام، سرمایہ کاروں کے مجروح کرنے کا ذریعہ بنا۔ معاشی نمو متاثر ہوئی اور افراطِ زر کا دباؤ بڑھ گیا۔ آئی ایم ایف کے پروگراموں کا تعاقب بڑی بے دلی سے کیا گیا اور اکثر پروگراموں اور وعدوں کو درمیانی مدت میں ترک کر دیا گیا۔ بڑے پیمانے پر معاشی عدم استحکام ایک معمول بن گیا اور اس سے سرمایہ کاروں کی طویل مدتی فیصلے کرنے کی حوصلہ شکنی ہوئی۔ مئی ۱۹۹۸ء میں ایٹمی دھماکوں کے موقع پر فارن کرنسی اکاؤنٹس کو منجمد کرنے اور بجلی پیدا کرنے کے معاہدوں کو کھولنے کے فیصلے نے پاکستان میں غیرملکی سرمایہ کاری کے امکانات کو سخت نقصان پہنچایا۔

۵- منڈی کی معیشت اور فوجی حکمرانی (۱۹۹۹ء-۲۰۰۸ء)

سیاسی عدم استحکام، ایک اور فوجی مداخلت کا باعث بنا۔ بظاہر معاشی نظم ونسق میں بہتری آئی اور نائن الیون کے بعد وسائل کی دستیابی آسان ہوگئی۔ اس عرصے میں قیمتوں میں نمایاں استحکام کے ساتھ اعلیٰ نمو بھی دیکھنے میں آیا۔ آئی ایم ایف کے دو پروگراموں پر عمل کے لیے بنیادی اصلاحات نافذ کی گئیں۔ 'دہشت گردی' کے خلاف جنگ کے جلد ہی اقتصادی اور سیاسی صورتِ حال پر گہرے اثرات مرتب ہوئے جس کی ملکی معیشت کو بڑی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔

● **اہم کامیابیاں:** سیاسی استحکام اور نجی شعبے کی دوستانہ پالیسیوں نے ملکی اور غیرملکی سرمایہ کاری کو فروغ دیا۔ اقتصادی ترقی کی رفتار تیز تھی اور افراطِ زر کم تھا۔ امریکی تعاون اور پیرس کلب کی ری شیڈولنگ کی مدد سے غیرملکی ذخائر اس وقت سب سے زیادہ تھے۔ بنکوں کی نجکاری کی گئی، جس سے ان کی کارکردگی میں نمایاں بہتری آئی۔ مہنگے قرضوں کی جزوی ادائیگی بھی کی گئی۔

● **بڑی ناکامیاں:** اپنے دورِاقتدار کے اختتام پر، فوجی حکومت مطمئن تھی، لیکن عدالتی بحران جس میں چیف جسٹس آف پاکستان افتخار چودھری صاحب کو غیرفعال کر دیا گیا تھا، اس کے نتیجے میں معیشت پر سے توجہ ہٹ گئی۔ مزید یہ کہ ایک طرف ملک کو عالمی مالیاتی بحران کا سامنا تھا اور دوسری طرف اجناس کی قیمتیں تاریخی طور پر بلند ہوئیں اور تیل کی قیمت ۱۵۰ ڈالر فی بیرل کو چھوگئی۔ عالمی مالیاتی بحران اور تیل کی قیمتوں میں غیرمعمولی اضافے کے پیش نظر، اقتصادی ماڈل کی خرابی نمایاں تھی۔ بجٹ کی صورتِ حال پر سمجھوتا کیا گیا۔ حکومت نے تیل کو اصل قیمت پر صارفین تک نہ پہنچانے کا فیصلہ کیا اور اضافی بوجھ قومی خزانے پر ڈالا۔ جس سے بجٹ کے مقابلے میں مالیاتی خسارہ دگنا ہوگیا اور کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ سب سے زیادہ رہا۔ جنرل مشرف کی فوجی حکومت کے خاتمے کے وقت، زیادہ تر ذخائر ختم ہوکر رہ گئے اور یہاں تک کہ لاکرز کے قبضے اور فارن کرنسی اکاؤنٹ کے منجمد ہونے کی افواہیں بھی گردش میں رہیں۔ سٹاک مارکیٹ کو تین ماہ سے زائد معطل رہنا پڑا۔

۶- منڈی کی معیشت اور کرونی کیپٹلزم اور جمہوریت (۲۰۰۸ء-۲۰۱۸ء)

عدالتی بحران اور دسمبر ۲۰۰۷ء میں بے نظیر بھٹو کے المناک قتل کے بعد، ۲۰۰۸ء کے اوائل میں فوجی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ جمہوریت بحال ہوئی اور پیپلز پارٹی کی اگلی مخلوط حکومت نے

اپنی پانچ سالہ مدت پوری کی۔ ۲۰۱۳ء کے انتخابات کے بعد مسلم لیگ (ن) نے نئی حکومت بنائی اور اس نے بھی اپنی مدت پوری کی۔

● **اہم کامیابیاں**: پیپلز پارٹی کی حکومت میں نیا این ایف سی ایوارڈ دیا گیا اور ۱۸ویں آئینی ترمیم نافذ کی گئی۔ آئی ایم ایف پروگرام اور دیگر رقوم نے فوجی حکمرانی کے مقابلے میں زیادہ ذخائر بنانے میں مدد کی۔

● **بڑی ناکامیاں**: پیپلز پارٹی کی اس حکومت کو عالمی بحران اور تیل کی قیمتوں میں اضافے کے پس منظر میں آئی ایم ایف کا پروگرام لینا پڑا۔ مگر اس پروگرام کو درمیانی مدت میں چھوڑ دیا گیا، کیونکہ حکومت ٹیکس کے حوالے سے کلیدی اصلاحات کو نافذ کرنے میں ناکام رہی تھی۔ شرحِ نمو پانچ برسوں میں اوسطاً تین فی صد سے بھی کم تھی اور افراطِ زر بھی اوسطاً ۱۲ فی صد تھا، تاہم غربت میں کمی آئی۔ پاورسیکٹر کے بقایا جات ایک بڑا مسئلہ بن گئے اور لیکویڈیٹی کی کمی نے بجلی کی شدید قلت کو جنم دیا۔ اپنی مدت کے اختتام کے قریب، حکومت نے فرنٹ لوڈڈ فنڈ پروگرام اور دیگر ترقیاتی شراکت داروں کے ذریعے حاصل کیے گئے زیادہ تر بیرونی وسائل کو ضائع کر دیا۔

● **اہم کامیابیاں**: مسلم لیگ (ن) کی حکومت میں آئی ایم ایف کے تین سالہ پروگرام کا کامیاب نفاذ، اقتصادی ترقی اور کم افراط زر کی بحالی، سی پیک کا آغاز ایک تبدیلی کے تصور کی صورت میں نمایاں ہوا۔ ایل این جی ٹرمینلز اور ایل این جی کی بڑی مقدار کی درآمد کا اہتمام، تاکہ صنعتی اور بجلی کی پیداوار کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ بجلی، شاہراہوں اور دیگر بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں میں بھاری سرمایہ کاری اور اضافے۔

● **بڑی ناکامیاں**: ن لیگ حکومت کو فنڈ پروگرام حاصل کرنا پڑا، کیونکہ ذخائر تقریباً ختم ہو چکے تھے اور ملک کے معاشی طور پر دیوالیہ ہونے کی صورتِ حال قریب تھی۔ اس نے 'چین پاکستان معاشی راہداری' (سی پیک) کے ذریعے اہم سرمایہ کاری سے استفادہ کیا، جو عوامی جمہوریہ چین کے عظیم تر عالمی معاشی ترقیاتی منصوبے کا ایک حصّہ تھا۔ آئی ایم ایف پروگرام کی مدت کے دوران، حکومت نے تیز رفتاری سے اصلاحات پر عمل کیا، لیکن اس کے بعد حفاظتی اقدامات کو بھی بے لگام کر دیا اور اخراجات کا سلسلہ جاری رکھا، جب کہ محصولات کی وصولی میں کمی آئی (مالی خسارہ

۶ء۶ فی صد، ریزرو ۱۰ بلین ڈالر)۔ پاور سیکٹر کے بقایا جات کا مسئلہ دوبارہ سراُٹھانے لگا، اور بقایا گردشی قرضے دوبارہ بڑھ کر اسی سطح پر پہنچ گئے، جو ۲۰۱۳ء میں تھے۔

۷- مندی کی معیشت اور بحالی جمہوریت (۲۰۱۸ء تا حال)

۲۰۱۸ء میں چھوٹی جماعتوں کے اتحاد کے ذریعے ایک نئی سیاسی جماعت اقتدار میں آئی، جس کی قیادت عمران خان نے کی۔ ن لیگ کے آخری دو برسوں میں بجٹ خسارہ اور کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ (CAD) دونوں بہت زیادہ بڑھنے کے ساتھ میکرو اکنامک فریم ورک کمزور ہوگیا۔ نئی حکومت کو وراثت میں ملنے والے بدتر معاشی منظرنامے کے پیش نظر، آئی ایم ایف کے ایک نئے پروگرام کی فوری ضرورت تھی۔ تاہم، پہلے پہل اپنی حکمت عملی کے تحت، حکومت نے اس پروگرام پر عمل کرنے کی مزاحمت کی۔ اس تگ ودو اور تذبذب کی کیفیت میں تقریباً ایک سال ضائع ہوگیا۔ اس طرح آئی ایم ایف پروگرام قبول کرنے سے پہلے ہی، نمایاں کمی اور شرح سود میں اضافہ کیا گیا تھا۔ پروگرام کے ایک حصّے کے طور پر، زیادہ قدر میں کمی، شرح سود میں اضافے پر بھاری ٹیکس عائد کے گئے، جس کے نتیجے میں معاشی سرگرمیوں میں نمایاں کمی واقع ہوئی۔ ۲۰-۲۰۱۹ء کے دوران، ملک کووڈ ۱۹ کی زد میں آیا جس سے معاشی خلل پڑا۔ دوسرے سال اس وجہ سے منفی ترقی دیکھی گئی۔ یہ تیسرا سال تھا جب معاشی بحالی کا آغاز ۶ء۵ فی صد نمو کے ساتھ ہوا، جس کے بعد ۲۲-۲۰۲۱ء میں اس شرح میں ۶ فی صد تک اضافہ ہوا۔

بظاہر یہ بات مہمل اور متضاد ہے کہ عمران حکومت کی ۲۲-۲۰۲۱ء کی کارکردگی، جس میں اعلیٰ اقتصادی ترقی، اعلیٰ برآمدات اور ترسیلاتِ زر اور زراعت اور صنعت دونوں میں نمایاں نمو دیکھنے میں آئی۔ آخرکار اس کا خاتمہ اسی بیرونی کھاتوں کے عدم توازن پر ہوا، جو اس حکومت کو ورثے میں ملا تھا۔

● **اختتامی کلمات:** یہ قدرے پریشان کن صورت ہے کہ ۱۹۸۸ء کے بعد سے تمام حکومتوں نے معیشت کو، میکرو اکنامک استحکام کی طرف چلانے کے لیے ایک ہی راستہ اپنایا، جس کے لیے آئی ایم ایف سے مدد کی درخواست کی ضرورت تھی۔

اگرچہ پی ٹی آئی کے ایک اُمید بھرے دور کا ایسا خاتمہ دیکھ کر دُکھ ہوتا ہے، لیکن پاکستان

کی حالیہ تاریخ میں اسی طرح کے کئی اَدوار اختتام کے گھاٹ اُترے ہیں۔ مسلم لیگ ن نے ۲۰۱۳ء-۲۰۱۶ء کے دوران آئی ایم ایف کا پروگرام کامیابی سے مکمل کیا تھا۔لیکن جلد ہی فوائد کو معیشت کی صلاحیت سے زیادہ ترقی کے راستے پر بڑھانے کی قربان گاہ پہ قربان کردیا گیا۔ پانامہ پیپرز کا اجرا حکومت کے لیے ایک بڑے بحران میں بدل گیا اور بالآخر وزیراعظم میاں نواز شریف کی نااہلی پر منتج ہوا۔ کامیاب معاشی ٹیم، فنڈ پروگرام کے تحت حاصل ہونے والے فوائد سے لاتعلق تھی اور جولائی ۲۰۱۸ء میں الیکشن ہونے والے تھے۔ مالی سال ۲۰۱۶ء کا مالی خسارہ ۶ء۴فی صد تھا، جو مالی سال ۲۰۱۸ء میں ۶ء۶ فی صد تک پہنچ گیا، جب کہ مالی سال ۲۰۱۶ء میں کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ ۵ بلین ڈالر سے بڑھ کر ریکارڈ سطح تقریباً ۲۰بلین ڈالر تک پہنچ گیا۔ یہ سب ۸ء۵ فی صد کی بلند شرحِ نمو حاصل کرنے کے لیے کیا گیا تھا، جسے بعد میں جی ڈی پی کی بحالی کے بعد ۳ء۶فی صد کردیا گیا۔

اسی طرح کی صورت حال پیپلز پارٹی کی حکومت کے آخری سال کے دوران بھی ہوئی، جس میں کوئی ترقی نہیں ہوئی، لیکن یہ تعطل کا شکار آئی ایم ایف پروگرام کا دوبارہ آغاز کرنے میں ناکامی اور آئی ایم ایف پروگرام کے تحت بنائے گئے ذخائر کے بیش تر حصّے کو مایوس کن سطح پر لے جانے کے پس منظر میں مالی سال ۲۰۱۳ء میں اپنی مدت کے اختتام پر پیش آیا۔

یہاں تک کہ صدر جنرل مشرف کی نسبتاً مستحکم حکومت بھی ترقی اور ووٹروں کی خوشنودی کے حصول کے اسی طرح کے دباؤ کے سامنے جھک گئی۔ اپنے آخری مالی سال ۰۸-۲۰۰۷ء میں، عدالتی بحران، جنوری ۲۰۰۸ء میں طے شدہ انتخابات، اور عالمی مالیاتی بحران کے پیش نظر حکومت نے پی او ایل کی اُونچی قیمتوں کو عوام تک منتقل نہ کرنے کا فیصلہ کیا، جس کے نتیجے میں مالیاتی خسارہ ۴فی صد سے تقریباً ۸ فی صد تک پہنچنے اور دگنا ہونے کا باعث بنا۔ کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ بلند ترین سطح، یعنی جی ڈی پی کا ۸ فی صد تھا۔ پی پی حکومت کو اکتوبر ۲۰۰۸ء میں آئی ایم ایف سے رجوع کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس طرح اس دور کی نسبتاً اچھی کارکردگی کا خاتمہ ایک پریشان کن صورتِ حال پر ہوا۔